میری علمی و مطالعاتی زندگی ــــ سلسلہ ۱۳

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبہ عربی
اسلامیہ کالج پشاور

حدیثِ ناگفتنی

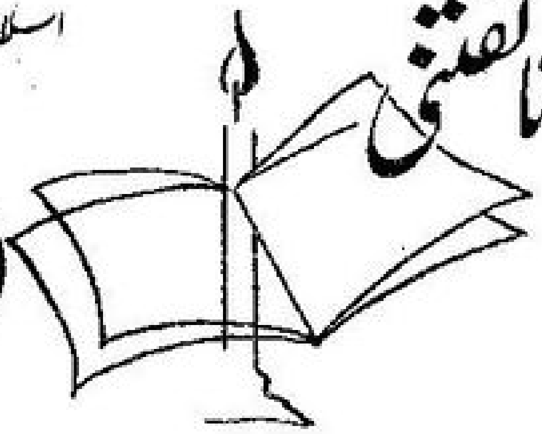

قسط ۲

عربی ادب | ادب عربی کے کوچہ سے ادنیٰ شناسائی اپنے استاذ الدکتور محسن الحسینی الاسکندری المصری (سابق صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی) کے شرفِ تلمذ کا صدقہ ہے۔ خاکسار نے ان سے عربی نحو و بلاغت میں بعض کتب۔ نقد النثر۔ نقد الشعر الوساطہ بین المتنبی وخصومانہ۔ الموازنہ بین ابی تمام والبحتری کاملاً اور الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ کتاب البخلاء للجاحظ اور دیوان متنبی کا کچھ حصّہ اور جدید ادب کی بعض کتابیں پڑھیں۔ استاذی الحسینی صاحب کا ادب کا ذوق بہت پختہ تھا۔ "نقد" کی کتابیں خوب شوق سے پڑھاتے تھے۔ ان کی شاگردی کی برکت تھی کہ جامعہ پشاور میں نقد کی کتابیں کئی سال تک پڑھاتا رہا۔ استاذ مرحوم زیرِ درس کتابوں کے علاوہ اس فن کی دیگر کتابوں کی نشان دہی اور ان کا مطالعہ بھی طلبہ سے کراتے رہتے تھے۔ جاحظ کی کتابوں میں البخلاء کے علاوہ کتاب البیان والتبیین (جو بقول شبلی نثر کا حماسہ ہے) سے استفادہ کیا۔ ابن الاثیر کی المثل السائر۔ ابن رشیق کی کتاب العمدہ۔ ابن مقفع کی الکلیلۃ والدمنۃ۔ الجرجانی کی اسرار البلاغۃ مختارات اوّل و دوم (ابوالحسن علی الندوی) نقیر کی محسن کتابوں میں سے ہیں۔ الاغانی کے کچھ حصّے۔ النثر الفنی۔ الشعر الفنی۔ الادب الفنی فی القرن الرابع مقامات الحریری ومقامات بدیع الزمان ہمذانی اور دیگر کئی کتابوں سے فائدہ اٹھایا۔ طٰہٰ حسین کے ذہن میں گو الحاد ہے۔ تاہم اپنے اسلوب میں سلاست و اطناب کا بادشاہ ہے۔ ان کی کئی کتابیں پڑھیں۔ امیر شکیب ارسلان۔ مخدومی ابوالحسن علی الندوی۔ الطنطاوی وغیرہ کی کتابوں سے استفادہ کیا۔ تاریخ ادب میں جرجی زیدان کی الآداب اللغۃ العربیہ (چار جلدیں) اسکندرانی کی الوسیط حسن الزیات کی تاریخ ادب العربی اور حنا الفاخوری وغیرہ کی کتابیں مطالعہ سے گذریں۔ ادبی تاریخ کا ایک فائدہ یہ ہوتا

ہے کہ انسان کو ہر دور کے ادیبوں اور شاعروں سے ایک گونہ واقفیت۔ ان کے زمانہ کے رنگ و مزاج اور ادبی تغیرات کا پتہ چل جاتا ہے۔ عیسائی اور مستشرق ادب میں بھی اپنے تبلیغ اور مقصودہ مفادات کی رعایت سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ جرجی زیدان اور حنا الفاخوری نکلسن وغیرہ کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ دینی لٹریچر کے بارے میں عموماً ان کی آراء جانبدارانہ اور مسموم ہوتی ہیں۔ اس لئے ان پر دینی ادب اور علوم کے بارے میں اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم پختہ اذہان کے لئے ان کا محتاط مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں ------

نظم میں مختلف شعراء کے دواوین کے علاوہ الجمہرۃ الاشعار العرب۔ المعلقات السبع۔ الحماسہ لابی تمام دیوان المتنبی وغیرہ میرے شعری مطالعہ کا اثاثہ رہا۔ دیوان المتنبی پر گو العکبری کی شرح مستند عمیق اور عمدہ ہے۔ تاہم البرقوقی کی جو یہ شرح ہے وہ طلبہ کے لئے زیادہ مفید و سہل ہے۔ دیوان ابی تمام میں بعض مقامات پر گو تعقید وغموض ہے لیکن غریب لغات و مشکل و ثقیل الفاظ کی معرفت اس سے اچھی ہو جاتی ہے۔

اردو ادب | گذر چکا ہے کہ ۱۹۴۱ء میری علمی زندگی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسی سال اردو ادب کے اساطین کی کتابوں کی ابتدا ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ اردو کی "کتب قیمہ" کا ایک اچھا ذخیرہ نگاہوں سے گذر گیا۔ مکتوبات غالب کی "عود ہندی"[۱] میں لپٹی ہوئی "اردوئے معلّی"[۲] کی شیریں و پاکیزہ روزمرہ میں سہل ممتنع کا حکم رکھتی ہے۔

حالی کی کتابیں سنجیدہ و معیاری، شریفانہ ادب اور پُراثر و سادہ انشاء کا نمونہ ہیں۔ حیات سعدی یادگار غالب اور مقدمہ شعر و شاعری وحیات جاوید لفظ لفظ پڑھیں۔ حالی کی ادبی تنقید۔ سوانح نگاری اور اپنے ہیرو سے "وفاداری" کا نقش ذہن نے قبول کیا۔

سرسید مرحوم کی آثار الصنادید۔ مضامین اور تفسیر القرآن کے بعض اجزاء نظر سے گذرے۔ آثار الصنادید مفید کتاب ہے۔ سرسید کے مذہبی نظریات بحمد اللہ متاثر نہ کر سکے۔ نیچریت حقیقت سے بعید تر تاویلات (جن کے ڈانڈے تحریف سے مل جاتے ہیں۔) اور مغرب کی ذہنی مرعوبیت سے طبیعت نفور رہی[۳]

---

[۱] [۲] غالب کے مکتوبات ان دو ناموں سے بھی شائع ہوئے ہیں۔

[۳] سرسید مرحوم (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) مسلمانوں کی محبت، قومی درد و خلوص کے باوجود امت کے صحیح مرض، علاج کی تشخیص و تجویز نہ کر سکے اور ان کی مساعی کی وجہ سے اسلامیان ہند و پاک

سحر بیان محمد حسین آزاد کے دربار اکبری کی افسوں نگاری نیرنگ خیال کی نیرنگیاں قصص الہند کی افسانہ گوئی۔ اور سخن دان فارس کی سخن طرازیاں دیدہ وگوش کو مسحور کرتی رہیں۔ لیکن سب سے بڑھ کر آب حیات کی ساحرانہ نزاوش نے ان کے طرز نگارش کا قائل کر دیا، آب حیات نثر میں شعر اور الفاظ میں سحر ہے۔ اور اردو ادب عالیہ میں لافانی مقام رکھتی ہے۔ کاش اس کی تاریخیت مخدوش نہ ہوتی۔ اردو شعرا کے تذکروں و تاریخ میں گل رعنا (حکیم مولانا عبدالحی[1]) کا ایک خاص مقام ہے۔ زبان کی شیرینی و سلاست سنجیدگی اور ثقاہت کے ساتھ تاریخی استناد و معتدل انتقاد اور منصفانہ تقریظات نے کتاب کو ادب اردو میں ایک اونچی جگہ بخش دی ہے۔ گل رعنا کے مطالعہ سے آب حیات کی تاریخی حیثیت گو مجروح ہو گئی تاہم اسکی ادبی قدر و منزلت سالم و باقی رہی۔

اردو شعر و ادب کی تاریخ میں شعر الہند (عبدالسلام ندوی) اردو اصناف شاعری اور اس کے مختلف ادوار پر قابل قدر محققانہ تبصرہ و تقریظ ہے۔ تاریخ ادب اردو (عسکری) غالباً اردو نثر و شعر کی واحد مبسوط معیاری تاریخ ہے مترجم (مرزا محمد عسکری) کا کمال ہے کہ کتاب طبع زاد معلوم

نے ایک ایسے نظام تعلیم کو قبول کر لیا جس سے کسی حد تک گو وقتی معاشی مفادات وابستہ تھے۔ لیکن حقیقتاً وہ مزاج امت کے منافی تھا۔ اور اس میں امراض امت کا مداوا نہ تھا۔ اقبال نے اس حقیقت کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

رہبر کے ایما سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے لیکن نگاہ نکتہ بین دیکھے زبوں بختی مری

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

کیا قیامت ہے کہ ایک چوتھائی صدی گذر جانے پر بھی پاکستان اس فرسودہ نظام تعلیم اور تقویم پارینہ سے اپنا دامن نہ چھڑا سکا۔ اور اس قدیم صد چاک "قبا" پہ پیوند پر پیوند لگا رہا ہے۔

[1] مولانا حکیم عبدالحیؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) بقول حضرت سید سلیمان ندوی ہندوستان کے ابن خلکان و ابن ندیم تھے۔ ان کی آٹھ مجلدات میں ضخیم تصنیف نزہۃ الخواطر برہند و پاک کے اعیان و فضلا کا بے مثل و نادر (عربی میں) تذکرہ ہے۔ یہ کتاب اور ثقافۃ الہند، الہند فی عہد الاسلامی یاد ایام اور دیگر تصنیفات ان کی فضیلت پر شاہد عدل ہیں۔ ان کا مبسوط تذکرہ "تذکرہ عبدالحیؒ" کے نام سے ان کے مایہ ناز فرزند رشید مخدومی مولانا ابوالحسن علی الندوی مدظلہ نے لکھا ہے۔ ان کا خاندان "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کا مصداق ہے۔

[2] آج زمانہ کا رنگ بدل گیا ہماری قدیم "تنقید و تحقیق" کے معیار آج فرسودہ گردانے جا رہے ہیں

ہوتی ہے اور ترجمے[1] کا گمان تک نہیں ہوتا۔ تاریخ ادب میں جدید اردو شاعری وغیرہ کئی دوسری کتابیں بھی نظر سے گذریں۔

صاحب طرز انشاپرداز مہدی الافادی کی افادات مہدی کے مضامین اردو ادب عالیہ میں اونچا درجہ رکھتے ہیں۔ مہدی کا طرز تحریر شبلی و محمد حسین آزاد کے اسالیب کا آمیزہ۔ دلکش اور پر اثر ہے۔ بندہ اس کے اسلوب سے بہت متاثر ہوا۔ نذیر احمد کی بنات النعش، مرآۃ العروس اور توبۃ النصوح بچپن میں پڑھ چکا تھا۔ ابن الوقت رویائے صادقہ اور ترجمہ[2] قرآنی بعد میں نظر سے گذرا۔

شبلی | شبلی کی سیرت النبی اور الفاروق والدہ محترمہ کے کتب خانہ میں تھی۔ الفاروق پڑھی۔ شبلی کی تحقیق و تاریخ نگاری نے مسحور کر لیا۔ الفاروق شبلی کا بڑا کارنامہ ہے۔ جس نے بہت سے مغرب زدہ اذہان کو اسلامی عدل و نظریہ سیاست کی فوقیت کا قائل کر دیا۔ کاش وقتی تقاضوں کے مداوا کے ساتھ مولانا مرحوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دینی و روحانی مزایا و کمالات کو بھی پورا اجاگر کر دیتے۔ تو کتاب کی افادیت مزید بڑھ جاتی۔ تاہم جو ہے تاریخی لٹریچر کا قابل فخر سرمایہ ہے۔

الفاروق کے مطالعہ نے شبلی کی عظمت و محبت پیدا کر دی اور شبلی کی ایک ایک کتاب و مقالہ مزہ لے لے کر پڑھتا رہا۔ المامون، الغزالی، الکلام الجزیہ۔ موازنہ انیس و دبیر شعر العجم مقالات (آٹھ جلدیں) نظر سے گذریں۔ تاریخ وادبیت و علم کا ایک عظیم مجسمہ شبلی دل و دماغ پر چھا گیا۔ اور ان کی علمی و تحقیقی فتوحات نے اس وقت تک کے دیگر تمام نقوش ماند کر دیئے۔ شعر العجم جو ان کی ادبی کتابوں میں

ہیں اور "مشرقی ادب" کو "مغربی پیمانوں" سے جانچا جا رہا ہے۔ کیا ستم ظریفی ہے۔ کہ زبان و معاشرت و ثقافت کے تمام اختلافات کو نظر انداز کر کے جو مغرب میں ہے اسے مشرق میں دکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور جو ان کے "نزدیک ان کے معیار پر پورا نہیں اترتا اسے "ہدف ملامت" بنا دیا جاتا ہے۔ گو وہ خود ہی کہتے ہیں۔ مشرق مشرق ہے۔ اور مغرب مغرب۔ نہ وہ کبھی ملے ہیں نہ ملیں گے۔ لیکن وا حسرتا ذہنی شکست کہاں پہنچا دیتی ہے۔ اناللہ۔

[1] اصل کتاب انگریزی میں رام بابو سکسینہ کی تالیف ہے۔

[2] ترجمہ نذیر احمد کی اغلاط حضرت تھانوی[رح] اصلاح ترجمہ دہلویہ کے نام سے شائع فرمائی ہیں۔

شاہکار ہے۔ میرے ادبی ذوق کو جلا بخشتی رہی۔ اور ان کی دیگر کتابوں سے اپنی علمی پیاس بجھاتا رہا۔
سیرت النبی (اوّل و دوم) برسوں سونے سے پہلے کچھ نہ کچھ پڑھ کر سوتا تھا۔ مجھ پر شبلی کا سب سے بڑا احسان ہے کہ ان کی سیرت النبی نے سیرت سے شغف بخشا اور اسی مطالعہ سیرت کے سلسلہ میں جب سیرۃ النبی (جلد چہارم) کی "صفات الٰہیہ" کی بحث پر پہنچا۔ تو قلب و دماغ شدت تاثیر سے دگرگوں تھے۔ اور اسی کا اثر تھا کہ آخرش سیرت نگار نبوی جانشین شبلی اپنے شیخ قیم و مربی اوّل حضرت سید الملت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کو غائبانہ اپنا دل دے بیٹھا۔

اتانی ھواھا حین لم اعرف الھوی　　فصادف قلباً خالیاً فتمکنا

میری ساری عمر کا حاصل وہ تیری اک نظر
جس نے دنیا بھی بدل دی عشق کی میرے لئے

گویا شبلی مرحوم حضرت سید سلیمان ندوی ؒ کی بارگاہ تک رسائی کا سبب اوّل بنے۔ ان کی سیرت نہ ہوتی تو فقیر کوچہ سلیمانی کی گرد کو سرمہ چشم نہ بنا سکتا۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ حضرۃ الشیخ قدس سرہ کے در سے کیا ملا۔ یہ الگ داستان ہے جس کا یہ مجالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ گو جی چاہتا ہے۔

باز گو از نجد و از یاران نجد　　تا در و دیوار را آری بوجد

سیرت النبیؐ علامہ شبلی و حضرت سید سلیمان ندوی ؒ کی سیرت النبی[1] میرے آقا سید دو عالم شہ الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح و تعلیمات کا دائرۃ المعارف ہے۔ اور سیرت پر اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری کتاب ہے جس کی نظیر پورے اسلامی کتب خانہ میں نہیں ملتی۔ شبلی و حضرت سلیمان ندوی پر اللہ تعالیٰ کا احسان خاص تھا۔ کہ ان سے یہ کام لے لیا گیا[2] سیرت نبویہ کے اس خزانہ سے

---

[1] بشری لغزشوں سے کون بری ہے۔ چند مقامات سے دیانتاً اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے کتاب کی مجموعی ثقاہت و استناد پر اثر نہیں پڑتا۔

[2] یہ لطیفہ سن کر شاید تعجب کیا جائے کہ فقیر کا اصلاح کا تعلق ۱۹۴۳ء سے حضرت سید سلیمان ندوی ؒ سے خط و کتابت کے ذریعہ قائم ہو گیا تھا۔ جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مجاز بیعت و خلیفہ تھے لیکن ۱۹۵۰ء میں جب حضرت سید صاحب ؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضرت کے استفسار پر کہ حضرت تھانوی کے مواعظ و ملفوظات و دیگر سلوک کی کتابیں پڑھی ہیں۔ تو عرض کیا بندہ اسی بارہ میں بھی "سیرت" کی جلدوں سے استفادہ کرتا رہا ہے۔ متواضع شیخ نے فرمایا "حضرت تھانوی کی کتابیں پڑھئے

اپنی استعداد و ظرف کے بقدر استفادہ کی کوشش کرتا رہا۔ اور یہ بات برملا کہہ سکتا ہوں کہ فقیر کی زندگی میں یہ کتاب مستطاب جس قدر دخیل رہی شاید ہی کوئی کتاب اتنی موثر رہی ہو[1]۔

سلسلہ سیرت میں حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مختصر کتاب "خطبات مدراس"[2] سیرت کے دفاتر اور بعض ضخیم مجلدات سیرت پر بھاری ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی دلیل۔ نبوت محمدی پر شاہد عدل۔ ہر جدید و قدیم پڑھے لکھے کے مطالعہ کے لائق اپنے طرز استدلال و پیشکش میں اچھوتی اور دلکش ہے۔ سیرت پر مختصر کتابوں میں خطبات مدراس اور النبی الخاتم (سید مناظر احسن گیلانی) نشر الطیب (حضرت تھانوی) سے زیادہ (اپنے اپنے رنگ میں) موثر عظیم، جامع، دلکش اور البیلی کتابیں فقیر کی نظر سے نہیں گذریں۔ رحمت عالم (حضرۃ سلیمان ندوی) اور اوجز السیر بھی اپنی خاص تاثیر رکھتی ہیں۔ اور عام طلبہ کے لئے مفید اور دلچسپ ہیں۔ مولانا سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین سیرت کے ذخیرہ میں ایک اچھا اضافہ اور بعض تحقیقات و مباحث میں منفرد ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب کی خاتم الانبیاء اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی سیرت قرآنی[3]

وہاں ہر چیز اندر سے پھوٹ کر نکلی ہے۔" غرض سلوک کی راہ اور حضرت تھانویؒ سے عقیدت بھی سیرت ہی کا فیض ہے۔

[1] سیرت النبی کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پشتو اکیڈمی کے زیر نگرانی مولانا محمد اسرائیل صاحب نے پوری چھ جلدوں کا ترجمہ کر لیا ہے، جس میں سے صرف ایک جلد طبع ہو گئی ہے۔ کاش! صوبائی حکومت و جامعہ پشاور اس کی اشاعت کی سبیل کر سکے۔ دوسری صورت پشتو جاننے والے مخیر حضرات کی اعانت بھی ہو سکتی ہے۔

[2] کتاب عربی و انگریزی میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ خطبات مدراس میں ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ یہ حقیقت واضح و ثابت کی گئی کہ احادیث مبارکہ کا ایک کثیر حصہ صحابہ کرام خود تحریراً قلمبند فرما چکے تھے ——— "پرویزی حیلہ گردن" کی ابلہ فریبیاں اور دسیسہ کاریاں فیوض نبویہ سے امت کو محروم کرنے کے لئے ہزار دھول اڑاتی رہیں۔ حقیقت و نبوت کا شمس بازغہ اپنی نورانیت سے انشاء اللہ قیامت تک امت کے دلوں کو روشن کرتا رہے گا۔

[3] یہ کتاب حضرت موصوف کے خطبات سیرت ہیں جو مدراس ہی دیئے گئے اپنی طرز میں اچھوتی کتاب ہے۔

بھی خوب ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب[1] کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی اپنے طرز میں خوب ہے۔

عربی ذخیرہ سیرت میں علامہ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کی پہلی چھ جلدیں (نصف اوّل کو چھوڑ کر) سیرت النبی پر مشتمل ہیں۔ بحمد اللہ مدتوں مطالعہ میں رہی اور بھرپور استفادہ بقدرِ ظرف کرتا رہا۔ حافظ نے سیرت طیبہ کے دفاتر کو کھنگال لیا ہے۔ اور حیاۃ نبویہ کا مبسوط تذکرہ امت کے سامنے پیش کر دیا ہے جس کا مطالعہ عربی داں طبقہ کے لئے مفید ہے۔ چھٹی جلد روایات معجزات پر ہے۔ اور قابلِ دید ہے۔ البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر ایک عظیم مورّخ۔ بصیر محدث۔ دقیقہ رس محقق و ناقد کی حیثیت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ حافظ موصوف کی صرف یہی کتاب ان کی جلالت شان اور وفور علمی پر دلالت کے لئے کافی ہے۔ سیرت ابن ہشام (عربی) موجود کتب سیر میں مقدم اور ام الکتب[2] ہے۔ جس سے کوئی شائق سیرت بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ کتاب عصر رسالت کی عکاس ہے۔ ابن ہشام کی حقیقت نگاری دخلوص دل پر اثر کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں سیرت نبوی کا قدآدم آئینہ امت کے لئے مرتب کر دیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف سیرت و وقائع محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کی امین و رہنما ہے۔ بلکہ سیرت آموز و سیرت ساز بھی ہے۔ زندگی کے ہر گوشہ میں اسوۂ نبوت کو نمایاں اور اجاگر کر دیا ہے۔ کہ جادۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے راہی ہر قدم پر نقشِ رسالت کی گرد کو سرمۂ چشم بنا سکیں۔ اور مشعلِ ہدایت

---

[1] ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی ثم فرانساوی (مقیم پیرس) شہرۂ آفاق محقق اور متعدد زبانوں میں بلند پایہ محققانہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی اردو، عربی، انگریزی کتابوں سے خوب استفادہ کیا۔ صحیفہ ابن ہمام الوثائق السیاسیۃ النبویہ۔ - INTRODUCTION TO ISLAM
MUSLIM CONDUCT OF STATE' ISLAMIC JURISPURDANC نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میدانِ جنگ، عہد نبوی کا نظام تعلیم، موقر جرائد میں ان کے مقالات خاصہ کی چیزیں ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے فرانسیسی میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ اور سیرت النبی (دو جلدوں) میں لکھی ہے۔ باوجود ایک عظیم محقق و علمی شخصیت ہونے کے انتہائی متواضع، ملنسار اور صورت و لباس میں مشرقی و دینی طرز کے پابند ہیں۔ فقیر نے انہیں حضرت سید صاحبؒ کی ایک مجلس میں دیکھا۔ جب وہ تعلیمات اسلامی بورڈ سے مستعفی دے کر فرانس جانے والے تھے۔

[2] بعض کتب سیر اس سے پہلے بھی لکھی گئیں لیکن متداول اور موجودہ کتاب میں اولیت کا شرف اسی کو حاصل ہے گویہ خود ابن اسحٰق کی سیرت کی تکمیل شدہ صورت ہے۔

کی ضو فشانیاں ان کے ظاہر و باطن کو روشن کرتی رہیں۔

...... لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ " - ایک قرآنی حقیقت ہے جس پر عمل سیرت مبارکہ کے تفصیلی مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ علماء امت (ابن اسحق - زرقانی وسہیلی قسطلانی و قاضی عیاض سے لے کر اس وقت تک کے محقق و محتاط سیرت نگاروں نے اس فریضہ کو کمال خوبی سے ادا کیا ہے اور ہر زبان میں سیرت پر بڑی چھوٹی اور منجھولی کتابیں مہیا فرما کر حضور انور نبی الانبیاء سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے عالم کو روشنی بخشی ہے۔ سعادت مند و خوش نصیب ہیں۔ وہ حضرات جو اس قدسی الصفات ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو سے اپنے کاشانۂ زندگی کو منور کر سکے۔

سیرت النبی (شبلی و سلیمان ندوی) کے ضمن میں سیرت پر یہ چند باتیں زبان قلم پر آگئیں۔ بات اردو کے مصنفین اور کتابوں پر چل رہی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ اردو اساطین ادب کی کتب قیمہ ایک ایک کر کے پڑھیں اور اردو کلاسیکی لٹریچر کا خوب مطالعہ کیا۔ دل و دماغ بقدر ظرف مستفید ہوتا رہا۔

جادو بیان محمد حسین آزاد اور سحر طراز ابوالکلام آزاد[1] دونوں اپنے خاص طرز انشاء کے بادشاہ موجد و خاتم ہیں۔ دونوں کا طرز نگارش دل کو لبھاتا رہا۔ تاہم اقلیم دل پر شبلی کے قلم کا سکہ جم چکا تھا۔ اور "شبلی انشاء" نے دیگر نقشوں کو ماند کر دیا تھا۔ چنانچہ شبلی اور ان کے تلامذہ اور منتسبین کی کتابیں اوڑھنا بچھونا بن گئیں دار المصنفین اعظم گڑھ (جسے جانشین شبلی سید الملۃ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نے برصغیر میں اسلامی علم و دانش کا حقیقی اعظم گڑھ بنا دیا تھا۔) کی کونسی کتاب ہے جو نظر سے نہ گذری ہو۔ اردو کے سید المصنفین سلیمان اعظم (علامہ ندوی) کی کتابیں تو خیر علم و ادب کا معیار اور تحقیق و دانش کا نمونہ ہیں ہی۔ میرے لیئے شبلی اکاڈمی کی ہر کتاب حسن صوری و معنوی کا مجموعہ اور علم و حکمت کا خزینہ تھی۔

سیر الصحابہ | دار المصنفین کی کتابوں میں سیرت النبی کے بعد سیر الصحابہ کی ضخیم مجلدات کا میری ذہنی ساخت پر گہرا اثر رہا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاک ہستیاں انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کا خلاصہ رشد و ہدایت کا مینار اور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کی حامل داعین و داعی اور ان کی زندگی کی شاہد و گواہ ہیں۔ صحابہ کرام کی زوات عالیہ حقیقتاً اسلام

---

[1] ابوالکلام آزاد مرحوم کے البلاغ الہلال مضامین تذکرہ۔ ترجمان القرآن و باقیات آزاد (مولانا غلام رسول مہر) ۔ رکنیات کی انشاء کے آخری و جدید نمونوں غبار خاطر و کاروان خیال تک مسلسل مطالعہ میں رہے ہیں۔ کیا زبان پائی تھی۔ "ان من البیان لسحرا" کا نمونہ و ثبوت۔

کی برتری وحقانیت کا ثبوت ہیں جن کی فضیلت پر نصوص قرآنیہ وارشادات نبویہ کافی ہیں۔ امت ہر دور میں ان کے اسوہ اور نمونہ کی محتاج ہے۔ حضرت سید سلیمان ندویؒ نے اسوۂ صحابہ کی اہمیت وضرورت

۱؎ حضرت الاستاذ علامہ محمد یوسف البنوری مدظلہ نے عقبات کے مقدمہ میں خوب کہا ہے:

اذا قلنا لرجل انه صحابي او انه صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم فناهيك به مزية و فضيلة في قوة ايمانه وشدة يقينه وكمال اخلاصه وعمق علمه وحسن عمله وجهاد في سبيله وايثار لما عند الله وزهد في الدنيا فكاننا اثبتنا كل كمال وجمال وكل فضل ونبل فاذن ذلك ابلغ تعبير واوجزه لاثبات فضل وكمال. قال سيدنا عبد الله ابن مسعود رضي الله عنه ذلك الصحابي الجليل الذي قال فيه سيدنا الفاروق رضي الله عنه: كنيف ملئ علما وفقها في اصحابه سيدنا الرسول صلى الله عليه وسلم اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا (الى ان قال فاعرفوا لهم فضلهم الخ۔ عقبات ص۲) اختارهم الله لصحبة نبيه صلى الله عليه وسلم ولاقامة دينه فاعرفوا لهم

جب ہم کسی شخص کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ صحابی ہے یا اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ تو صحابہ کی قوت ایمان۔ شدت یقین۔ کمال اخلاص علمی گہرائی حسن عمل۔ جہاد اور اللہ تعالی کی مرغوب چیزوں کی ترجیح اور دنیا سے بے رغبتی میں فضیلت و کمال سمجھنے کے لئے یہ لفظ (صحابی) تیرے لئے کافی ہے۔ گویا (جب ہم کسی شخص کو صحابی یا اس کے لئے صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہیں) تو اس شخص کے لئے ہم ہر کمال وحسن۔ فضیلت وشرافت کو ثابت کر دیتے ہیں (کہ لفظ صحابی میں یہ سب کچھ موجود ہے) اس طرح صحابی کے لفظ کا استعمال فضل وکمال کے ثابت کرنے کے لئے بلیغ ترین اور موجز ترین تعبیر ہے۔

صحابی جلیل سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جن کے بارے میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم وفقہ سے بھرپور تھیلی ہیں) ان کا ارشاد ہے۔ وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت میں سب سے افضل تھے، جن کے دل سب سے پاکیزہ جن کا علم سب سے گہرا

کے پیشِ نظر اردو میں احوال صحابہ کا ایک پاکیزہ و مستند ذخیرہ گیارہ جلدوں میں امت کے سامنے اپنے رفقاء سے لکھوا کر پیش کرا دیا۔ جو سلجھی ہوئی زبان میں تاریخ و سوانح نگاری کی جدید خوبیوں کے ساتھ علم و عمل کی ایک اچھی دعوت ہے۔ سیر الصحابہ کے سلسلے کے بعد سیرت ساز کتابوں میں تابعین و تبع تابعین کے مجموعے بھی خوب ہیں۔ جو دار المصنفین کی حسنات میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔ سیر الصحابہ کی تدوین میں دار المصنفین کو اردو زبان میں سبقت الی الخیر کا شرف حاصل ہے۔ اردو میں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ کی مقبول ترین تالیف "حکایات[1] صحابہ" جو "بہشتی زیور" کی طرح گھر گھر پھیل چکی ہے اپنی تاثیر و سہولت میں لاجواب ہے۔

امت نے صحابہ کی زندگی و سیرت کے جاننے کے لئے ہر زمانہ میں اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ عربی میں طبقات و رجال و سیر کے دفاتر صحابہ کے احوال سے پر ہیں۔ متعدد کتابیں خاص صحابہ کے حالات میں لکھی گئیں جن میں زیادہ متداول اور مقبول اصابہ اسد الغابہ اور استیعاب ابن عبد البر وغیرہ ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں وفیات کے ضمن میں التزاماً صحابہ کے حالات جمع کئے ہیں۔ مخدومنا حضرت علامہ محمد یوسف الکاندھلوی رحؒ کی حیاۃ الصحابہ (تین ضخیم جلدوں میں) صحابہ کی زندگی کا اچھوتا و مستند و عمدہ مجموعہ ہے۔ جو داعیانہ ذہن کا عکاس اور محدثانہ طرز کی پیشکش ہے۔ اور قوت تاثیر و افادیت میں اپنی مثال آپ[2] عربی جاننے والوں کے لئے صحابہ کی زندگی سے آگہی اور اثر پذیری کے لئے محولہ بالا کتب کا مطالعہ مفید بلکہ ناگزیر ہے۔

فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم۔ (جمع الفوائد ص۲ جلد ۲)	جو سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔ (اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے چنا تھا۔ تاکہ وہ ان کے دین کو قائم کریں۔ پس ان کی فضیلت کو پہچانو۔ ان کے نقشِ قدم پر چلو۔ اور جس قدر ممکن ہو ان کے اخلاق اور سیرت کو مضبوطی سے پکڑو کہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

[1] حکایاتِ صحابہ کا ترجمہ انگریزی، جاپانی اور فارسی میں ہو چکا ہے۔

[2] مقامِ شکر ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی حیاۃ الصحابہ کا مکمل اردو ترجمہ شائع و مقبول ہو چکا ہے۔

کتب تاریخ | دار المصنفین اعظم گڑھ کی تاریخی کتب تاریخ اسلام ۔ تاریخ دولت عثمانیہ ۔ تاریخ اندلس ۔ تاریخ صقلیہ وغیرہ ایک ایک نظر سے گزریں ۔ شبلی مرحوم کا ایک قول حضرت الشیخ قدس سرہ نے حیات شبلی میں نقل کیا ہے ۔ کہ " تاریخ تو شبلی کے دستر خوان کی چٹنی تھی " یہ چٹنی زبان کا چٹخارہ بن گئی اور اپنے تاریخی ذوق کی آبیاری عربی اردو اور انگریزی کی کتابوں سے کرتا رہا ۔ عربی میں طبری ابن خلدون ابن اثیر ابن کثیر ابن قتیبہ بلاذری وغیرہ کتابیں دیکھیں ۔ انگریزی میں خلیپ ہٹی کی ہسٹری آف عرابس اور ہسٹری آف سیریا ۔ گبن کی DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE میور کی THE CALIPHATE اور دیگر متعدد کتب اور انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام وغیرہ کے متعلقہ حصہ پڑھے اور ان کا تریاق اپنے بوریا نشین مورخین ہی کی کتابوں میں دکھائی دیا ۔ مستشرقین کا طبقہ بڑا پرکار ہے ۔ ان کے شہد نما سم قاتل سے بچنے کے لئے گہری نگاہ اور ہوشمند دل کی ضرورت ہے ۔

دار المصنفین نے استشراق کے فتنہ کا جس بے جگری سے مقابلہ کیا ۔ اس کی مثال معاصر عہد میں کم ہی ملتی ہے ۔ ہندوستانی مسلمانوں کی یہ خوش نصیبی ہے کہ وہاں دار المصنفین اعظم گڑھ ۔ ندوۃ المصنفین دائرۃ المعارف حیدر آباد تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ جیسے متعدد ادارے موجود ہیں ۔ جن کی اکثر کتابیں دنیا کی کسی بھی مجلس علمی کے لئے فخر و مباہات کا سبب بن سکتی ہیں ۔

دار المصنفین نے سوانح پر جو کتابیں شائع کی ہیں وہ تحقیق و استناد کی بلندی کے ساتھ اردو ادب کا اعلیٰ سرمایہ ہے ۔ غرض ہیچمدان دار المصنفین کی کتابوں کا ہمیشہ زلہ بار رہا اور اپنی جہالت کی پردہ پوشی ان کتابوں کی ورق گردانی سے کرتا رہا ۔ دار المصنفین کے ساتھ تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ اور ندوۃ المصنفین دہلی کی علمی و ادبی تصنیفات سے خوشہ چینی کا اعتراف نہ کرنا احسان فراموشی ہوگی ۔ نیم جدید طبقہ اور عام مسلمانوں کی ذہنی الجھنوں کا مداوا بڑی حد تک ان اداروں کی مطبوعات میں پاتا ہے ۔

حضرت سید سلیمان ندویؒ | عرض کر چکا کہ شبلی کی سیرت نے سیدی و مطاعی حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی بارگاہ تک پہنچا دیا ۔ حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہ میرے صرف دینی اور روحانی پیشوا ہی نہ تھے بلکہ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۵۳ء تک کا دس سالہ زمانہ ایسا گزرا کہ جہاں بھی رہا ۔ دل ان کے پاس تھا ۔ اور ان کی ہر تحریر وہر سطر فقیر کے لئے سرمہ بینش ، مایۂ تسکین ، مہمیز عمل اور روشنی کا مینار تھی ۔ سیرۃ النبی کے بعد " سلیمانیات " کا جو حرف دلنوشتہ ملا ، حرز جان تھا ۔ میرے لئے علم و عمل کی بلندیوں کا دائرہ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ذات بن گئی تھی ۔ گو ان کی نگاہ پاک اور پرپرواز کا جو تقاضا تھا اسکی پرکاہ کو بھی نہ پا سکا کہ ــــــ

دل حریف ، سخن لبیار کہاں سے لاؤں ۔　　فیض ساقی ہے باندازۂ ظرف میخوار

تاہم اپنی کوتاہیوں کے باوجود فکر و نظر کی رہنمائی ہمیشہ حضرت والاؒ کی تحریروں اور ارشادات سے پائی اور بحمد اللہ تعالیٰ یہی فقیر کا سرمایہ زندگی ہے ؎

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر   اس سے فقیری میں ہوں میں امیر

حضرت والا قدس سرہٗ کو دین و مذہب کے علاوہ تاریخی۔ ادبی۔ علمی۔ تحقیقی۔ غرض ہر راہ میں اپنا امام سمجھا۔ اور بحمد اللہ آج بھی حال یہ ہے کہ ؎

خدا جانے مجھے کیا کہہ کے ساقی نے پلایا

وہ کب کا جا چکا پھر بھی نظر آتا ہے محفل میں

حضرت والا قدس اللہ روحہ کی تحریریں میری زندگی پر کس کس طرح اثر انداز ہوتی تھیں۔ اس کا اندازہ صرف دو واقعات سے فرمائیے ـــــ

۱۔ حضرت تھانویؒ کی کتابیں بہشتی زیور۔ التکشف وغیرہ والدہ صاحبہ مدظلہا کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔ لیکن ان دونوں کتابوں میں "پیر و مرید" کے باہمی آداب و ضوابط پڑھ کر "راہِ سلوک" مجھ جیسے کوتاہ ہمت کو پہاڑ معلوم ہوتی تھی۔ اور اس گھاٹی کے قریب جانا بھی دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اس بارے میں ذہنی کشمکش و حیص و بیص میں مبتلا تھا کہ ۲۲ جولائی ۱۹۴۳ء (۱۵ رجب ۱۳۶۲ھ) کو شیخ الکل حکیم الامۃ حضرت شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا وصال ہو گیا۔ اخبار "ڈان" دہلی میں سانحہ ارتحال کی خبر پڑھی اور اس میں حضرت قدس سرہٗ کے خلفاء میں حضرت سید صاحبؒ کا نام پڑھا۔ خوش بختی

لہ حضرت سید صاحبؒ کا تاریخ میں مقام مسلّمہ ہے۔ آپ کی نظر تاریخ کے جملہ شعبوں پر انتہائی عمیق تھی۔ آپ کی تحریروں میں اتنا رہنما مواد مل جاتا ہے۔ جس کی بنیاد پر تحقیق کی نئی اور عظیم راہیں کھل سکتی ہیں۔ فقیر نے اپنے انگریزی مقالہ THE EARLY INDO-ARAB RELATIONS. میں حضرت ہی کی کتابوں کو بنیاد بنا کر اپنے خاکہ میں رنگ بھرا ہے۔ گو دیگر مصادر بھی کافی ہیں۔ لیکن بنیاد اور خیال انگیز حضرت ہی کا سرمایہ ہے۔ اس مقالہ میں چار ہزار قبل مسیح سے لے کر عربوں کی فتح سندھ تک عرب و ہند کے تعلقات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ میرا ایم اے عربی کا مقالہ تھا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت کی اپنی معرکۃ الآرا کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" کے نام سے موجود ہے

نے کہا ـــــ بے آمد آں یارے کہ ما می خواستیم۔

اس تقریب کو حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں رسائی کا بہانہ بنایا۔ خط لکھا چوتھے دن خط کا جواب اعظم گڑھ سے پشاور پہنچا۔ مقصد بر آیا اور سلوک کی بہیب راہ حکمت سلیمانی سے گلکدہ جنت معلوم ہونے لگی۔ سچ ہے۔ بے ساقی پلائے پھول تو کانٹا نکال کے۔

پھر کیا تھا۔ در مکاتبت وا تھا۔ دل بے اختیار پکار رہا تھا۔

ربِّ انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمٰن للّٰہ رب العالمین۔ (النمل - ۳)

اے میرے پروردگار میں نے اب تک اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اور میں اب سلیمان کے ساتھ اللہ جو جہانوں کا پروردگار ہے ایمان لایا۔

اور زبانِ حال کہہ رہی تھی:

اب در پیر مغاں چھوٹے نہیں   اسکی مٹی میں بھی فیض جام ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس روحہ کے وصال پر جو مضمون معارف[1] اعظم گڑھ میں آیا اس نے رہی سہی کی کسر پوری کر دی۔ اور کوچہ سلیمانی کی گرد ہمیشہ کے لئے سرمہ چشم بن گئی اور طریق اشرفی کی بادہ پیمائی سرمایہ سعادت ٹھہری ـــــ

حیات تو مجھے ان کی نگاہ ناز نے بخشی   بھرا ہے آب حیوان کاسہ زہر ہلاہل میں

۲۔ معارف ستمبر ۱۹۴۳ء میں حضرت مولانا الیاس اور ان کے سفر لکھنو و کانپور وغیرہ کے حالات کلک سلیمانی نے اس تاثیر میں ڈوب کر لکھے تھے کہ ہر بات اپنا اثر دکھاتی گئی ـــ

ادھر کہتا گیا وہ اور ادھر آتا گیا دل میں   اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوی باطل میں

---

[1] پہلے خط کے بعد اگست ۱۹۴۳ء کا معارف آیا۔ حضرت سید صاحب نے ارتحال شیخ قدس سرہٗ پر "موت العالم موت العالم" کے عنوان سے کاغذ پر اپنے سوختہ اور خون شدہ دل کے ٹکڑے بکھیر دئے تھے۔ اس منثور مرثیہ کی ہر بات نشتر بن کر دل میں پیوست ہو گئی اور عظمت اشرفیہ کا انمٹ نقش قلب پر مرتسم ہو گیا۔

[2] حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے سلوک پر بندہ کی ایک کتاب "سلوک سلیمانی" شائع ہو چکی ہے۔ اور دوسری ضخیم کتاب شاہراہ معرفت (جس پر حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مقدمات اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ جیسے اکابر کی تقریظ ہے۔) ہنوز تشنہ طباعت ہے۔

اور نتیجۃً زندگی ان کی تحریک کی گردبن کر رہ گئی۔

علامہ شبلی مرحوم کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں حضرت سید سلیمان ندوی جیسا ہونہار و باوفا شاگرد مل گیا جس نے استاذ مرحوم کے کاموں کو نہ صرف باقی رکھا، بلکہ چالیس سال تک اپنی خداداد صلاحیتوں سے اسے نکھارتے اور آگے بڑھاتے رہے۔ حضرت سلیمان ندوی استاذ مرحوم سے علم و تقویٰ میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔ لیکن وفاشعاری کا کمال تھا۔ کہ اپنی تمام رفعتوں کو استاذ کے آستانہ پر قربان کرتے رہے۔ اور جب تک حضرت سلیمان ندوی زندہ رہے شبلی کی مسند علم خالی نہ ہو سکی۔ کاش حضرت سید صاحبؒ کو اپنے جیسا کوئی امام الاوفیاء اور فدائی مل جاتا۔ جو ان کے محاسن و فضائل مزایا و کمالات اور کارناموں کو نہ صرف اجاگر کرتا۔ بلکہ انہیں مزید جلا بخشتا۔

فتى يسعى او يركب جناحي نعامة ليدرك ما قدمت بالامس يسبق

حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات شبلی لکھ کر نہ صرف استاذ مرحوم کے کارناموں کو نکھارا بلکہ مسلمانانِ ہند و پاک کی پچاس سالہ علمی و ثقافتی۔ ادبی و سیاسی تاریخ بھی قلمبند فرما گئے اس مبسوط سوانح کا بڑا کمال یہ ہے کہ استاذ کی بے مثال محبت تاریخیت و حقیقت کو مجروح نہ کر سکی۔ حضرت سید سلیمان ندوی کی قلمی دیانت و تاریخی غیر جانبداری کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ شبلی کی بے پایاں عقیدت کے باوجود یہ بلیغ فقرہ حیات شبلی میں رقم فرما دیتے ہیں۔

"بہرحال شبلی شبلی تھے جنید و شبلی نہ تھے"

۱؎ تبلیغی کام اعلاء کلمۃ اللہ اور احیاء دین کے لئے ایک علمی جدوجہد اور کوشش ہے جس کا خاکہ و عملی ڈھانچہ نصوص قرآن و سنت، اور اسوۂ صحابہ کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ یہ کام نظری سے زیادہ عملی ہے۔ اس لئے اصلاً اس کے مالہ و ماعلیہ کے سمجھنے کے لئے اس کام کے ذمہ دار حضرات کے ساتھ معتد بہ وقت گذارنا ناگزیر و ضروری ہے۔ تاہم دیگر تحریری کوششوں کے علاوہ فقیر کی بعض قلمی کاوشیں ایک گونہ اس کام کے وضوح میں ممد ثابت ہو سکتی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ الفرقان لکھنؤ میں چھ نمبروں پر متعدد مضامین۔ ۲۔ کتاب پیام رسالت امت۔

۳۔ الفرقان لکھنؤ کے حضرت مولانا یوسف نمبر میں بندہ کا مقالہ "صدیق وقت یوسف اقلیم دین و دعوت"۔ کاش فقیر کی تشنۂ تکمیل کتاب "نظام ہدایت" مکمل ہو جاتی تو اس سلسلہ میں کافی مواد منظر عام پر آجاتا۔

حیات شبلی کا دیباچہ ومقدمہ مستقل اہمیت کی وقیع علمی دستاویز میں ہیں۔ غرض اپنی گوناگوں خوبیوں کی بنا پر یہ کتاب اردو کی مبسوط سوانح عمریوں میں سب پر گوئے سبقت لے گئی ہے۔ اور اردو کلاسکی ادب میں ایک عظیم اضافہ ہے۔ حضرت سید صاحبؒ کی کتابوں میں خیام اپنی نظیر آپ ہے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سید صاحب کو اس کتاب کے بارے میں خوب لکھا تھا۔ "عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے۔ اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا۔ الحمد للہ کہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا" یہ کتاب خیام پر مباحث کے علاوہ دیگر کئی مسائل پر عجیب ونادر تحقیقات کا انمول مجموعہ ہے۔ مثلاً فارسی رباعی کی تاریخ اور فلسفیانہ تصوف وغیرہ کی بحثیں قابل دید ہیں۔ یہ کتاب اردو ادب کے تحقیقی سرمایہ کا فخر ہے۔

تاریخ ارض القرآن جوانی کی ابتدائی تصنیف ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر پہلی اور سب سے زیادہ کامیاب کتاب ہے۔ گو حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہ خود فرماتے تھے کہ یہ کتاب اب نیا پر پرواز چاہتی ہے۔ لیکن اس کی تالیف پر ساٹھ سال گذر جانے پر بھی اس موضوع پر معتدبہ اضافہ نہ کیا جا سکا۔ اور یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی رہی۔

سیرت عائشہ حضرت ام المومنین کی بے مثل سوانح ہے یا یوں کہئے "سیرت نبوی" کا صنف نازک کی نسبت سے تتمہ ہے۔ جو حضرت صدیقۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کمالات علمی وعملی کا نادر مرقع وآئینہ ہے۔ جسے دیکھ کر ہر زمانے کی عورتیں اپنی زندگی سنوار سکتی ہیں۔ حیات مالک امام دار الہجرت کی بہترین سوانح ہے۔

"عربوں کی جہازرانی" اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے۔ "عرب وہند کے تعلقات" حضرت سید صاحب کی تاریخی بالغ نظری وسعت مطالعہ پر شاہد ہے۔

سید القلم تقریباً نصف صدی تک رواں دواں رہا۔ تصنیفی عمر کے ان پچاس سالوں میں حضرت سید صاحبؒ نے متعدد ضخیم کتابوں کے علاوہ بے شمار علمی وادبی مقالات اور کتابوں پر مقدمات لکھے صدارتی علمی خطبات پڑھے جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر علم ودانش۔ تحقیق وادب کا قیمتی سرمایہ ہے۔ مزید برآں ہزارہا علمی وتحقیقی مسائل کے جواب لکھے۔ بے شمار مکتوبات تحریر فرمائے۔ جن کی افادیت مسلّمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ دار المصنفین کے اس زاویہ نشین درویش بے گلیم نے علم وتحقیق کی کتنی محفلیں سجائیں اور دین ومذہب کی کتنی گتھیاں سلجھائیں۔ اور عہد حاضر کے استشراق اور علمی فتنوں کا کس بے جگری وکامیابی سے مقابلہ کیا۔ مجھ سا کم ظرف (جو سراپا ان کی نگاہ کرم کا پروردہ ہے[1]) ان کے کمالات کا کیا

---

[1] اقبال کا شعر ہے ؎ مرا درس حکیماں درد سر داد کہ من پروردۂ فیض نگاہم

اندازہ لگا سکتا ہے ـــــ ع دامن نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
تاہم فقیر کی جستجو و کوشش یہی رہی کہ دانش و عرفان سلیمانی کا کوئی گوشہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہے
گو ـــــ ع برنتابد کوہ را یک برگ کاہ

حضرت مولانا تھانوی | حضرت سید صاحبؒ کی کشف برداری نے شیخ الکل حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ قدس تک پہنچا دیا۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء میں جب کراچی میں خدمت عالیہ میں پہلی حاضری ہوئی۔ استفسار فرمایا۔" آپ نے حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ (حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ) کے مواعظ و ملفوظات پڑھے ہیں۔ فقیر نے نفی میں جواب دیا۔ ارشاد فرمایا: حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات و مواعظ پڑھئے۔ وہاں ہر بات اندر سے پھوٹ کر نکلی ہے۔" پھر کیا تھا، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات رسائل و کتابیں فقیر کی روز و شب کا مشغلہ بن گئیں ـــــ اور بحمد اللہ تعالیٰ آج پوری بصیرت و دیانت کے ساتھ یہ بات کہنے میں باک نہیں، کہ حضرت تھانوی کی کتابیں امت کے ہر مرض کا مداوا اور ہر بیماری کے لئے تریاق ہیں۔ ایک دور افتادہ قصبہ میں بیٹھ کر یہ مرد درویش علم و دین کی جتنی علمی و عملی، ذہنی و روحانی خدمت کر گیا، پوری پوری اکادمیاں اور مدارس و خانقاہیں بمشکل کر پاتی ہیں۔ نو سو کے قریب کتابیں چار سو مواعظ (جو عام تقطیع کے تقریباً چوبیس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ملفوظات کے ہزاروں صفحات اپنے ورثہ علمی میں امت کی رہنمائی کے لئے چھوڑ گئے۔

حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ و ملفوظات جدید و قدیم عامی و عالم ہر طبقہ کے امراض روحانی کے لئے سراپا دین شفا ہیں۔ تربیت السالک۔ انفاس عیسیٰ وغیرہ میں نفسانی و باطنی امراض کے جو تیر بہدف علاج بتائے ہیں اور جس دقت نظری اور ایمانی بصیرت سے امراض کی تشخیص کی ہے پورے اسلامی کتب خانہ میں اس کی نظیر شاذ ہی ملے گی حضرت مجدد الملۃ نور اللہ مرقدہ کی ہر کتاب علم و معرفت کا گنجینہ اور برکات ظاہری و باطنی کا خزینہ ہے۔ مبتدی طالب علم کے لئے ابتداً میں حضرت والا قدس سرہٗ کے پچاس سے سو تک مواعظ اور ملفوظات (حسن العزیز وغیرہ) کا مطالعہ مفید رہتا ہے۔ پھر تعلیم الدین قصد السبیل اصلاح الرسوم صفائی معاملات حیاۃ المسلمین اور بہشتی زیور کا بغرض استفادہ و عمل مطالعہ بفضلہ تعالیٰ کفایت کر دیتا ہے۔ گو طالب صادق آخر دم تک طالب علم اور سالک آخر وقت تک سعی و کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ ورد من قال ؎

اندریں راہ می تراش و می خراش ـــــ تادم آخر دمے فارغ مباش

(باقی آئندہ)